© rasailojaraid.com

ڈاکٹر الیاس عشقی:

«مثمر اور صاحبِ مثمر»

"خانِ آرزو کو اردو پر وہی دعویٰ پہنچتا ہے جو ارسطو کو فلسفہ و منطق پر ہے۔ جب تک کہ کل منطقی ارسطو کے عیال کہلائیں گے تب تک اہل اردو خانِ آرزو کے عیال کہلاتے رہیں گے۔ ان کا دلچسپ حال قابل تحریر تھا لیکن چونکہ فارسی تصنیفات کی مہموں نے انھیں کوئی اردو دیوان نہ لکھنے دیا، اس لیے یہاں ان کے باب میں اس قدر لکھنا کافی ہے کہ خانِ آرزو وہی شخص ہیں جن کے دامنِ تربیت سے ایسے شائستہ فرزند تربیت پا کر اٹھے جو زبانِ اردو کے اصلاح دینے والے کہلائے۔" (آبِ حیات)

یہ ہے صاحبِ مثمر سراج الدین علی خاں آرزو کی شخصیت کی تصویر جو جنگ آزادی سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد اردو تذکروں اور خاص کر آبِ حیات کے ذریعے ابھر کر سامنے آئی، مگر یہ ان کی منفرد علمی و ادبی شخصیت کی حقیقی تصویر نہیں ہے، ہرچند کہ اس سے ان کی عظیم شخصیت کی اہمیت کا اندازہ بڑی حد تک ہو جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی ادبی تاریخ میں خانِ آرزو ایک بڑا نام ہے۔ ان کے ادبی کردار کے کئی پہلو ہیں۔ اور ہر پہلو ایک جداگانہ خصوصیت کا حامل ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ اپنے عہد میں اپنی شخصیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے تمام پہلوؤں کے ساتھ پہچانے جانے والے خانِ آرزو بعد کے زمانے میں جدا جدا خصوصیات کی بنا پر بتدریج دریافت کیے گئے۔ اردو شاعری کے اوائلی دور میں ان کو استاذ الاساتذہ کا مرتبہ حاصل تھا۔ اردو شاعری کا مذاق رکھنے والے ان کے اردو کلام کی قلت کے باوجود ان کی فارسی شاعری سے تقریباً ناواقف تھے۔ اور انھیں فارسی شاعر کی حیثیت سے جاننے والے ان کی اردو شاعری کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

ان کی علمی ادبی شخصیت کا مکمل اظہار فارسی تذکروں اور خاص کر آزاد بلگرامی اور والہ داغستانی کے تذکروں سے ہوتا ہے۔ جو لوگ برصغیر میں فارسی شاعری کی تاریخ اور ارتقاء سے دلچسپی رکھے تھے وہ خانِ آرزو کو برصغیر اور ایران کے فارسی شعراء کی فارسی دانی کے موضوع پر شیخ علی حزیں سے ان کے معرکے کی وجہ سے جانتے تھے، لیکن ان میں سے بھی کم لوگوں کو ان کی تالیف "تنبیہ الغافلین" کی اہمیت کا اندازہ تھا اس لیے کہ اس کتاب کے معدودے چند نسخے خاص خاص لوگوں کی دسترس میں تھے اور علمی کتابوں کے سلسلے میں ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے۔ ان کی دوسری تالیف "داد سخن" سے بھی اہل ذوق کی واقفیت کا یہی عالم تھا جو فارسی شاعری کی تنقید اور برسی کے معیار کی نشاندھی کرتی ہے اور اپنے دور میں برصغیر کے ذوق اور فنی شعور کی آئینہ دار ہے۔ زبان اور لغت کا مطالعہ کرنے والے انھیں بنیادی طور پر "سراج اللغات" اور چراغ ہدایت کے مؤلف اور الفاظ کے محقق کی حیثیت سے جانتے تھے۔ یہ دونوں لغات ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں بلکہ ایک سے دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے۔ فارسی ادب کے طلبہ ان سے بعض درسی کتابوں کے شارح اور مشکل کتب کے حاشیہ نگار اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدوّن و مؤلف کی حیثیت سے متعارف تھے۔ اور ان کی یہ حیثیتیں کافی عرصے تک علیحدہ علیحدہ رہیں۔ پھر جب فارسی اور اردو تذکروں کی اشاعت شروع ہوئی تو ان کی علمی و ادبی شخصیت اپنے اصلی رنگ میں نمایاں ہونے لگی، اور رفتہ رفتہ ان کی حقیقی شخصیت کے خط و خال سامنے آئے۔

لغت کے شعبے میں ان کا سب سے اہم کارنامہ "نوادر الالفاظ" کے نام سے "غرائب اللغات" کی تصحیح ہے جسکی اہمیت اور افادیت مسلّم ہے کیونکہ اس کے اور مثمر کے ذریعے انھوں نے برصغیر میں ایک نئے علم "توافق اللسانین" کی بنیاد رکھی۔ خانِ آرزوئے لغت میں اسے عملی طور پر برت کر دکھایا ہے جب کہ مثمر میں اسے ایک علم کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ ان کی علمی و ادبی شخصیت کی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے مثمر کی بنیاد حافظ جلال الدین سیوطی کی مشہور تصنیف "المزھر" پر رکھی ہے اور اس کا اعتراف بھی کیا ہے مگر یہ کتاب عربی زبان سے متعلق ہے جب کہ مثمر میں فارسی زبان کے مسائل سے بحث کی گئی ہے اس لیے اس فن کا موجد نہ ہوتے ہوئے بھی خانِ آرزو اور مثمر کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور اب تک برصغیر میں اپنی قسم کی پہلی اور آخری کتاب ہے، جس میں "توافق اللسانین" (تقابلی لسانیات) کے اصول پر سنسکرت اور فارسی زبانوں کی مماثلت اور ایک دوسرے سے ان کے تعلق کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ اسی نئے علم کو اس کے بعد کے زمانے میں ولیم جونز، موکس مُلر، گرئیرسن اور دوسرے انگریز اور فرانسیسی مستشرقین کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ جنھوں نے اپنے دور کے تقاضوں اور ضروریات کے مطابق اس علم کو جدید علمی اور تحقیقی بنیادوں پر استوار کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی کوشش کی تھی۔ برصغیر میں اس موضوع کو سید انشأ اللہ خاں انشأ نے دریائے لطافت میں اور شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد نے آب حیات کے مقدمے اور سخندان فارس میں بڑی بصیرت اور ذہانت سے پیش کیا ہے۔ اگرچہ اس نئے علم فلالوجی (فلسفۂ لسان) اور لسانیات (Linguistics) کا بانی ولیم جونز کو سمجھا جاتا ہے مگر خان آرزو اس سے قبل مثمر میں ایک علم کی صورت میں اسکی بنیاد قائم کرچکے تھے۔ اگرچہ ان مستشرقین کے مقابلے میں ان کے وسائل محدود تھے اور ذرائع زیادہ تجرباتی اور سائنسی نہ تھے۔ پھر بھی ان کا کام اس قابل تھا کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جاتا اور اسے آگے بڑھایا جاتا۔ اس کام کی ابتداء بھی محمد حسین آزاد نے سخندان فارس کی صورت میں کردی تھی۔ ان کی اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مثمر اور اسکے مندرجات سے ناواقف نہ تھے بلکہ اس میں خان آرزو کے خیالات سے ان کے استفادے کا سراغ بھی ملتا ہے۔ ہرچند انھوں نے اس کا اعتراف نہیں کیا ہے۔ الفاظ کے اشتقاق اور توافق اللسانین کے اصول کی عملی صورت غمازی کرتی ہے کہ مثمر ان کی نظر سے گذر چکی ہے۔ لیکن ان کا کام محض استفادے تک محدود نہیں ہے انھوں نے اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت سے اس کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے اور قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر لائٹنر سے قربت کا بھی انھوں نے فائدہ اٹھایا ہے، اس لیے ان کے کام کو خان آرزو کی مثمر اور بعد کے علم و تحقیق لسانیات کے کام کی درمیانی کڑی سمجھنا چاہیے۔ آب حیات کے مقدمے میں انھوں نے اردو زبان کی ابتداء اور ارتقاء کے بارے میں جو مؤقف (Hypo-thesis) اختیار کیا ہے اس میں سنسکرت فارسی اور برصغیر کی دوسری زبانوں کا تقابلی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے اور مماثلت کے اصول پر تحقیق و تلاش کے سلسلے کی جو ابتداء کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اس کا سلسلہ براہ راست خان آرزو کے سنسکرت اور فارسی کے تقابل اور توافق اللسانین کے نظریے سے ملتا ہے۔ اسے اس سلسلے میں پہلا قدم سمجھنا چاہیے جو مثمر اور صاحب مثمر کا فیضان ہے مگر بدقسمتی سے سنہ ۱۸۵۷ء کے حالات نے خان آرزو کے اس اہم کام پر پردہ ڈال دیا تھا اور اس کے پردۂ خفا میں چلے جانے کی وجہ سے مستشرقین کے کارنامے نمایاں ہونے چلے گئے۔ اس لیے کہ ان کا نقطہ آغاز بھی وہی سنسکرت زبان کی دریافت تھی۔ اس طرح خانِ آرزو کی تصنیفات و تالیفات پردۂ گمنامی میں رہیں اور ان مخطوطات کی طرف خاصے طویل عرصے تک کسی نے توجہ نہ دی اور وہ شائع نہ ہو سکیں بلکہ ان کی بعض کتابیں تو اب تک شائع نہیں ہو سکی ہیں یہ دونوں لغت البتہ شائع ہوتے رہے ہیں، سراج اللغات کم اور چراغ ہدایت اس سے زیادہ۔ خصوصاً غیاث اللغات کے حاشیے پر اس کی اشاعت سے اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی وجہ سے وہ لغت نویس کی وجہ سے زیادہ مشہور ہو گئے تھے۔ نوادر الالفاظ اور دادسخن پچھلے پچیس سال میں شائع ہو سکی ہیں۔ رہا مثمر کا معاملہ تو اسے انسٹی ٹیوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کراچی یونیورسٹی نے سنہ ۱۹۹۱ء میں شائع کیا ہے اور یہی اس وقت ہمارے مطالعے کا موضوع ہے۔ چونکہ اس کتاب پر ابھی اسکی مرتب ڈاکٹر ریحانہ خاتون (بنت ڈاکٹر نذیر احمد) اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے علاوہ کسی نے سیر حاصل بحث نہیں کی ہے اس لیے اس پر تنقید و تبصرہ آسان نہیں ہے۔

خانِ آرزو نے توافق اللسانین کے مسئلے کو جس سنجیدگی اور ماہرانہ علمی اور تحقیقی انداز میں سمجھا اور سمجھایا ہے اس سے سنسکرت اور فارسی زبانوں سے ان کے شغف اور لسانیات سے ان کی فطری مناسبت اور دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔ تنقیدِ لغت میں جس علمی انداز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے انھوں نے اسے برتا ہے وہ آج بھی ہمارے لیے دلچسپ اور بصیرت افروز ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تحقیق، لغت اور توافق اللسانین کو اس قدر قریب لے آتی ہے کہ ایک کو دوسرے سے تقویت حاصل ہوتی ہے اور یہی ان کی علمی شخصیت کا نمایاں ترین پہلو ہے مگر اس سے استفادے کے لیے بقدر ضرورت سنسکرت اور قدیم فارسی سے واقفیت درکار ہے۔

مثمر میں خانِ آرزو نے لغت و لسان کی فلسفیانہ نوعیت سے بحث کی ہے اور بنیادی مسائل کا ذکر پہلی بار کیا ہے۔ اس سے قبل کسی نے اس قسم کے مسائل پر روشنی نہ ڈالی تھی:

طریق محرنت لغت۔ طریق اخذ الفاظِ فارسیہ۔ استعمال الفاظ بہ معنی اثبات معنی کتاب ـ در معرفت فصیحہ۔ در معرفت وحشی و غریب۔ معرفت اختلاف لغات۔ اختلاف کیفیت تلفظ لفظ در بیان ابدال۔ تصرف فارسیان در الفاظ عربی و ہندی۔ توافق الفاظ فارسیہ وغیرہ وغیرہ۔

فارسی لغات میں جگہ جگہ یہ مسائل عملی طور پر تحریر کیے جاتے تھے لیکن ان کو عملی طریقے سے یک جا کر کے مدوّن نہیں کیا گیا تھا۔ خانِ آرزو نے اسے علمی اور تحقیقی صورت دی۔

حروف کی نوعیت اور معنویت دستور و قواعد میں مسلم ہے لیکن جس طرح مثمر میں ان وضاحت کی گئی ہے وہ اس سے قبل کسی قواعد میں نظر نہیں آتی۔ خصوصاً قوانق الفاظ کے سلسلے میں اور ترکیبی صورتوں میں ان کی معنویت اور سہیت کو جس طرح اجاگر کیا گیا ہے وہ عام دستور و قواعد سے اوپر کی بات ہے۔ سخندان فارس کے باب حروف میں مثمر سے پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے اور جو مسائل زیر بحث آئے ہیں، ان میں ایک اہم اور خانِ آرزو کی دلچسپی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا مسئلہ اہلِ زبان کی زبان دانی سے متعلق ہے۔ چنانچہ مثمر کے ایک باب میں انھوں نے اس مسئلے پر بحث کی ہے کہ اہلِ زبان زبان میں غلطی کے مرتکب ہوسکتے ہیں۔ ان کے مشہور رسالے "تنبیہ الغافلین" کا موضوع اور شیخ علی حزیں سے ان کے معرکے کی جان یہی مسئلہ ہے۔ اسی طرح تعریب اور تفریس کی نوعیت سے بحث کی گئی ہے جو مفید ہے۔ توافق الفاظ کے سلسلے میں اوستا، پہلوی، سوریانی اور آرامی الفاظ پر بھی گفت وگو کی گئی ہے، لیکن چونکہ اس دور میں ان زبانوں پر کام نہیں ہوا تھا، اس لیے خانِ آرزو نے اندازے سے کام لیا ہے، اور ان کے اکثر نتائج کو درست نہیں کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت کم اہمیت نہیں رکھتی کہ انھوں نے اپنے علم و ادراک سے ایک انجانی دنیا میں سفر کی ابتداء کی۔

ان کا ایک اہم کارنامہ حروف کے اِبدال کا مسئلہ ہے، جو در حقیقت تبدیلیٔ صوت کا مسئلہ ہے اس کا قانون جیکب گرم نے ۱۹۲۲ء میں دریافت کیا تھا، لیکن خانِ آرزو نے اس اہم لسانی تبدیلی کا ذکر اپنی کتاب میں پہلے ہی کر دیا ہے، اس ذکر کا ماحصل یہ ہے کہ جب کوئی غیر اہل زبان کو سیکھتا یا بولتا ہے تو کبھی ایسی آوازوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے کہ اس کی مادری زبان میں نہیں ہوتیں، تو وہ انھیں قریب المخرج آوازوں سے بدل دیتا ہے۔

"توافق اللسانین"، اور اس کے ذیل میں توافق الفاظ کو آرزو نے مفصل طور پر بیان کیا ہے اور فارسی اور سنسکرت کے الفاظ کی مماثلت سے یہ ثابت کیا ہے کہ بکثرت الفاظ، اصلاً دونوں زبانوں میں یکساں ہیں۔ اولاً ان الفاظ میں کوئی فرق نہ تھا مگر امتداد زمانہ اور ایک زبان کے بولنے والوں کے علیحدہ ہوجانے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجہ سے جغرافیائی اثرات کی وجہ سے الفاظ میں فرق پیدا ہوگیا مگر اب تک ایسے الفاظ سے ان زبانوں کے رشتے کا علم ہوتا ہے۔ دوسری زبان میں شامل ہونے کے بعد الفاظ میں تلفظ اور معنی کا جو فرق پیدا ہوتا ہے، یہ بھی ایک دلچسپ موضوع ہے اور مثمر میں اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ہر مسئلے کو نہ صرف مثالوں سے واضح کیا گیا ہے بلکہ ان کے منطقی ربط کو بھی مدلل طریقے سے ظاہر کیا گیا ہے۔

دراصل مثمر اصول اللغہ یا فقہ اللغہ کی کتاب ہے۔ چنانچہ اس میں فارسی زبان اور اس کے لہجوں میں الفاظ کے تلفظ اور معانی کے فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس طرح الفاظِ مترادف کی نوعیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔

جن نسخوں سے ڈاکٹر ریحانہ خاتون نے مثمر کو اپنے مقدمے اور تصحیح کے ساتھ اپنے پی ایچ ڈی کے لیے مدون کیا تھا، وہ مکمل نہ تھے۔ اس کا مکمل مسودہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے جس سے بقیہ اجزاء لے کر ان کی فوٹو کاپی انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز نے ڈاکٹر ریحانہ کے مسودے کے ساتھ شامل کردی ہے۔ اس سے اب خانِ آرزو کا مکمل مسودہ طبع ہوکر محفوظ ہوگیا۔ اس اضافے میں الفاظ کے علاوہ محاورے اور ضرب الامثال بھی ہیں جس کے لیے مثالیں زیادہ تر آرزو نے اپنی مرتبہ لغت سراج اللغات سے حاصل کی ہیں۔ اس لغت اور فقہ اللغہ کو آرزو نے اس قدر مربوط کردیا ہے گویا وہ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔

© rasailojaraid.com